بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا جذبہ جہاد

تحریر:۔ عبدالرشید عراقی

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اپنے دور میں علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل کیا۔ اور تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ میں بیک وقت اپنی امامت' تبحر علمی اور غیر معمولی ذکاوت کا جو نقش اپنے زمانہ میں قائم کیا۔ اس کی گواہی تاریخ سے ملتی ہے ان کا حافظہ اور ذہانت ایک موہبت خداوندی اور نعمت خدا داد تھی اللہ تعالیٰ نے امام ابن تیمیہ کو جو حافظہ اور قوت استحضار عطاء فرمائی تھی اس کی مدد سے انہوں نے تفسیر' حدیث' فقہ اصول فقہ' علم الخلاف' علم کلام' تاریخ و سیر' آثار' علم الرجال اور لغت و نحو میں جو عبور حاصل کیا۔ اس سے آپ کے معاصرین' اور بعد کے علماء کرام حیران رہ گئے۔ اس خداداد حافظہ اور ذہانت علم سے خاندانی مناسبت' سخت محنت' مشقت' شوق مطالعہ اور ذوق علم اور سب سے بڑھ کر توفیق خدا وندی سے انہوں نے اسلامی علوم اور رائج الوقت علوم دفنون میں ایسا تبحراور جامعیت کی شان پیدا کر لی تھی۔ کہ ان کے معاصرین ان کا تبحراور جامعیت دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔

> علامہ محمد بن ابی بکر شافعیؒ (م ۸۴۲ھ) الردالوافر میں لکھتے ہیں کہ جب کسی فن کے بارے میں ان سے سوال کیا جاتا تو دیکھنے اور سننے والا یہ سمجھتا کہ وہ اس فن کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ اور یہ رائے قائم کرلیتا۔ کہ کوئی دوسرا شخص ان کا اس فن میں ہمسر نہیں۔ (الردالوافر ص ۳۰)

امام ابن تیمیہ کی ولادت ۶۶۱ھ میں ہوئی اور ۷۲۸ھ میں دمشق میں انتقال کیا۔ ان کی ساری زندگی ہنگامہ خیز رہی۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے تمام علوم میں کمال حاصل کیا۔ حنبلی المسلک ہونے کے باوجود تقلید سے آزاد ہو کر ہر ایک دینی مسئلے کا گہرا مطالعہ کیا اور ہر معاملہ میں کتاب و سنت کو اپنا رہبر قرار دیا۔ مولانا محمد یوسف کوکن عمری مرحوم کہتے ہیں۔ کہ

> اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان اور قلم میں بڑی تاثیر دے رکھی تھی۔

اسلئے ان دونوں سے کام لے کر انہوں نے عام مسلمانوں کو ان کے خواب غفلت سے جگانا شروع کیا اور اس طرح امت اسلامیہ کے مردہ جسم میں ایک تازہ روح پھونکنی شروع کی۔ اور جب زبان قلم سے آگے بڑھ کر تیرو سنان اور تلوار سے خدا کے راستے میں جہاد کرنے کا موقعہ آیا تو اس وقت بھی انہوں نے غیر معمولی سپاہیانہ جوہر دکھائے۔ اس زمانہ کے علوم متداولہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جو ان کے نقد و تبصرہ سے بچا ہو۔ انہوں نے اپنے زمانے کے ہر ایک علم کو کتاب و سنت کے معیار پر جانچا۔ اور اس میں حق و باطل کی آمیزش کو پورے طور پر واضح کیا۔ علمائے مقلدین نے ان کی سخت مخالفت کی۔ اور جب ان کے حریف زبان و قلم سے ان کا جواب دینے سے عاجز آگئے تو انہوں نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنے ذاتی اثرو رسوخ سے ان کو بارہا قید و بند کی مصیبتوں میں مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ شیخ نے قیدی کی حالت میں وفات پائی۔

(امام ابن تیمیہ طبع مدراس ص ۱)

امام ابن تیمیہ کا زمانہ بڑا پر آشوب اور پر از واقعات ہے۔ سیاسی اجتماعی اخلاقی علمی اور دینی حیثیت سے خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ امام ابن تیمیہ بغداد کی تباہی کے ۵ سال بعد اور حلب و دمشق میں تاتاریوں کے داخلے کے ۳ سال بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے جب ہوش سنبھالا۔ تو اسلامی شہروں کی تباہی اور مسلمانوں کے قتل عام کی داستانیں اور تاتاریوں کے وحشیانہ مظالم کے واقعات ہر بچہ کی زبان پر تھے۔ اور جب ابن تیمیہ ۷ سال کے تھے تو ان کے آبائی گاؤں پر تاتاریوں کا حملہ ہوا۔ جس میں ان کے خاندان کو ہجرت کر کے دمشق آنا پڑا۔ امام ابن تیمیہ نے تاتاریوں کے مظالم کی داستانیں کانوں سے سنیں اور بعد میں ان کے ظلم و ستم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس سے قدرتی طور پر ان غارتگروں کے خلاف امام صاحب کے دل میں نفرت پیدا ہوئی۔ امام ابن تیمیہ صاحب سیف و قلم تھے۔ اس لئے ایک طرف انہوں نے قلم سے جہاد کیا۔ اس وقت جو فرقہ ہائے ضالہ پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے عقائد و خیالات کے بارے میں

کتابیں لکھ کر عوام کو ان کے عقائد سے روشناس کرایا دوسری طرف تلوار سے جہاد کیا اور مسلمانوں کے خلاف جن قوتوں نے میدان کارزار میں قدم رکھا۔ اسلامی فوجوں میں شامل ہو کر اپنے جوہر دکھائے۔

امام ابن تیمیہ کا قلمی جہاد:-

امام ابن تیمیہ نے جس دور میں آنکھیں کھولیں اس دور میں علمائے حق کی کوئی کمی نہ تھی مگر ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اپنے زمانہ کے مشرکانہ رسوم اور بدعات اور فرقہ ہائے ضالہ کے خلاف عملی جہاد کریں۔ وہ لوگ اپنے خاندان کی اصلاح سے عاجز تھے۔ چہ جائیکہ وہ عوام کی اصلاح کر سکیں۔ علمائے کرام اور فقہائے عظام فروعی مسائل میں الجھے ہوئے تھے اور وہ اپنے مخصوص دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ کتاب و سنت میں غور و فکر کرنا اور عوام کو ان کی طرف دعوت دینا ان کے بس کا کام نہیں تھا۔ صوفیائے کرام نے اصلاح کا بیڑہ اٹھایا مگر ان کی اصلاح کا طریقہ کار کتاب و سنت کے خلاف تھا انہوں نے اصلاح کی بجائے عوام کو ست اور بے عمل کر دیا تھا۔ اور ان کی مشرکانہ اور بدعات کی تردید اور استیصال کی طرف کوئی توجہ نہ تھی بلکہ ان صوفیاء کی وجہ سے ان رسوم و بدعات کو اور زیادہ قوت اور طاقت حاصل ہو رہی تھی۔ متکلمین اور فلاسفہ اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے میں مصروف تھے۔ وہ اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہے تھے بلکہ نقصان ہی کر رہے تھے اور اس وقت کی اسلامی حکومت بھی عوام کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی تھی۔

امام ابن تیمیہ ایک پرجوش عالم تھے۔ وہ ابتداء سے ہی کتاب و سنت کی تعلیمات کی اشاعت کی طرف توجہ دے رہے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا محور آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کو بنایا تھا۔ کہ

> تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدل دے۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ تو اسکو اپنے دل ہی میں برا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔ (مسلم۔ مشکوۃ ص ۴۳۶)

چنانچہ امام ابن تیمیہ نے پبلک زندگی میں قدم رکھتے ہی مشرکانہ رسوم اور بدعات کے

خلاف اپنی آواز بلند کی۔ اور اس کے ساتھ تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی مشرکانہ رسوم اور بدعات کا ابطال کیا۔ مدعیان حکومت کو بھی اس طرف متوجہ کیا چنانچہ امام صاحب اس کوشش میں کامیاب ہوئے۔ اور کافی حد تک آپ نے بدعات کا خاتمہ کر دیا۔ امام ابن تیمیہ کے دور میں فتنہ عقائد بھی پیدا ہوا۔ امام صاحب نے اس طرف بھی توجہ کی۔ اس میں آپ کامیاب ہوئے اس کے بعد آپ نے صوفیاء پر بھی تنقید کرنی شروع کی۔ اور صوفیاء کے جو عقائد تھے اس کے خلاف بھی آپ نے علمی اور قلمی جہاد کیا۔ یہودیت اور نصرانیت کے خلاف بھی کتابیں لکھیں۔ شیعیت کی تردید میں آپ نے عملی اور علمی جہاد کیا۔ اور ان کے گمراہ عقائد سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ متکلمین اور فلاسفہ کی بھی تردید کی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے شیخ الاسلام کے اس قلمی جہاد کے بارے میں اپنی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم میں شریعت کے ترجمان اور ایک ہمہ گیر معلم کی ضرورت کے تحت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔(ملاحظہ ص ۱۸ تا ۲۵)

امام ابن تیمیہ میدان قتال میں:۔

سانویں صدی ہجری کا وسطی زمانہ ایشیاء کی اسلامی سلطنتوں کے لئے بہت ہولناک تھا۔ اس زمانے میں قراقرم کی پہاڑیوں سے تاتاریوں کا ایک زبردست طوفان اٹھا۔ جس کی وجہ سے اسلامی حکومتوں کی بنیادیں ہل گئیں۔ بے شمار مسلمان تہ تیغ کر دیئے گئے۔ اور کئی ایک آباد شہر ویران ہو گئے۔

۶۹۹ھ میں عراق کے تاتاری فرمانروا قازان نے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اس کی جب اطلاع دمشق پہنچی۔ تو سارے شہر میں خوف وہراس پھیل گیا۔ اور لوگ شہر چھوڑ کر دوسرے شہروں کو جانے لگے۔ مگر جب لوگوں کو یہ علم ہوا۔ کہ سلطان مصر الملک الناصر تاتاریوں کے خلاف اہل شام کی مدد کے لئے آرہا ہے۔ تو ان کو کچھ اطمینان ہوا۔ سلطان مصر ۴ ربیع الاول ۶۹۹ھ دمشق میں داخل ہوا۔ اہل شہر نے سلطان اور مصری افواج کا والہانہ استقبال کیا۔ ۲۷ ربیع الاول ۶۹۹ء کو قازان اور سلطان مصر کے درمیان معرکہ پیش آیا مسلمان جم کر لڑے۔ لیکن شکست کھا گئے۔ اور قازان کی فوجیں دمشق میں داخل ہوئیں۔ شہر میں خاصی افراتفری پھیل گئی۔ قیدی جو جیلوں میں بند تھے۔ تالے توڑ کر باہر نکل آئے انہوں نے کافی

لوٹ مار مچائی۔

لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو اہلیان شہر اور علمائے کرام نے مشورہ کیا کہ قازان سے ملنا چاہئے۔ اور اس لئے سب نے باہم مشورہ سے امام ابن تیمیہ کا انتخاب کیا کہ آپ رئیس وفد بنیں۔ اور قازان سے ملاقات کریں۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے ایک وفد ترتیب دیا۔ اور آپ قازان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ امام صاحب نے قازان سے ملاقات کی۔ شیخ کمال الدین جو امام ابن تیمیہ کے ساتھ تھے۔ اس ملاقات کے بارے میں بتاتے ہیں کہ

> میں شیخ کے ساتھ اس مجلس میں موجود تھا۔ وہ سلطان قازان کو عدل و انصاف کی آیات اور اللہ رسول کے ارشادات و احکام سناتے تھے ان کی آواز بلند ہوتی جاتی تھی۔ اور وہ برابر سلطان کے قریب ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان کے گھٹنے اس کے گھٹنے سے مل جائیں سلطان کو اس سے کچھ ناگواری نہیں ہوئی۔ وہ بڑی توجہ سے کان لگائے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور ہمہ تن متوجہ تھا اس پر ان کا رعب ایسا طاری ہوتا تھا۔ اور وہ ان سے متاثر تھا اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ عالم کون ہیں میں نے ابھی تک ایسا شخص نہیں دیکھا اور نہ اس شخص سے زیادہ کوئی دلیر اور قوی القلب آج تک دیکھنے میں آیا۔ مجھ پر ابھی تک کسی کا ایسا اثر نہیں پڑا تھا۔ لوگوں نے ان کا تعارف کرایا۔ اور ان کے علمی اور عملی کمالات کا تذکرہ کیا امام ابن تیمیہ نے قازان سے کہا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم مسلمان ہو اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ قاضی، امام، شیخ اور موذنین بھی رہا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تم نے ہم مسلمانوں پر حملہ کیا۔ حالانکہ تمہارے باپ دادا کافر ہونے کے باوجود ایسے اعمال سے معزز رہے انہوں نے جو کچھ عہد کیا تھا۔ وہ پورا کیا اور تم نے جو عہد کیا تھا وہ توڑ دیا۔ اور جو کچھ کہا تھا اس کو پورا نہیں کیا۔ اور بندگان خدا پر ظلم کیا۔

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۵۳-۵۴)

اس کے بعد قازان نے حکم دیا کہ وفد کے لئے کھانا لگایا جائے۔ وفد کے تمام ارکان نے کھانا کھایا۔ لیکن امام ابن تیمیہ نے کھانا نہیں کھایا۔ آپ سے کھانا نہ کھانے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

میں کھانا کیسے کھا سکتا ہوں۔ جو لوٹ کے مال سے تیار کیا گیا ہو۔ (امام ابن تیمیہ ص ۹۳)

اہل دمشق کو اگرچہ قازان کی طرف سے پروانہ امن مل گیا تھا۔ لیکن تاتاری دمشق کے اطراف و نواح میں غارت گری میں مشغول تھے جن سے اہل دمشق بہت حیران و پریشان تھے۔ امام ابن تیمیہ نے دوبارہ قازان سے ملاقات ضروری سمجھی۔ لیکن حالات کچھ ایسے ہو گئے کہ آپ قازان سے ملاقات نہ کر سکے۔ اور قازان واپس چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی اعلان کر گیا۔ کہ آئندہ سال دوبارہ آؤں گا۔ اور دمشق کے ساتھ مصر بھی فتح کروں گا۔

۷۰۰ھ شروع ہی ہوا تھا کہ تاتاریوں کی دوبارہ آمد کی اطلاع دمشق پہنچی۔ اہل دمشق یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے۔ اور انہوں نے غنیمت اسی میں سمجھی کہ دمشق سے نکل جانا چاہئے چنانچہ اہل دمشق نے اپنے گھروں کو خالی کر کے مصر اور دوسرے مقامات کا سفر اختیار کیا اور سلطان مصر سے مدد کی درخواست کی۔ سلطان مصر دوبارہ شام آنے پر آمادہ ہو گیا چنانچہ مصری افواج جہاد کے لئے دمشق روانہ ہوئیں۔ ادھر قازان کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان مصر معہ اپنی افواج کے دمشق پہنچ گیا ہے تو اس نے جنگ نہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور واپس عراق چلا گیا۔

۷۰۲ھ میں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ تاتاری اس مرتبہ شام پر حملہ کی تیاری مکمل کر چکے ہیں اور جلد ہی وہ شام پر حملہ کر دیں گے اہل دمشق یہ سن کر بہت حیران و پریشان ہو گئے اور دن بدن ان کی حیرانی و پریشانی میں اضافہ ہونے لگا۔ سلطان مصر کو اس کی اطلاع دی گئی۔ چنانچہ ۱۸ شعبان ۷۰۲ھ کو مصری افواج دمشق میں داخل ہوئیں۔ سلطان مصر جب دمشق پہنچا امام ابن تیمیہ نے ان سے ملاقات کی۔ اور جنگ کے بارے میں صلاح مشورہ کیا سلطان مصر نے امام صاحب سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ میرے ساتھ جنگ میں حصہ لیں امام صاحب نے فرمایا کہ۔

سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کے جھنڈے کے نیچے جنگ کرے ہم شامی
لشکر سے تعلق رکھتے ہیں اسی کے جھنڈے کے نیچے جنگ کریں گے۔

(تاریخ دعوت عزیمت ج ۲ ص ۶۵)

۲۹ شعبان ۷۰۲ھ کو رمضان کا چاند ہوگیا ۲ رمضان کو شامی مصری فوجوں کا تاتاری فوجوں سے آمنا سامنا ہوا۔ امام ابن تیمیہ نے فتویٰ دیا کہ مجاہدین کو روزہ کھول لینا چاہئے۔ تاکہ جنگ کی طاقت پیدا ہو۔ جنگ شروع ہوئی اہالیان مصر خود بنفس نفیس لشکر میں موجود تھے جنگ شروع ہوئی آخر کار مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور تار تاری شکست کھا گئے امام ابن تیمیہ نے اس جنگ میں ثابت قدمی اور بہادری کا ثبوت دیا۔ وہ سب کے لئے حیرت کا باعث تھا۔ وہ نہ تو فوجی آدمی تھے اور نہ فوجی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کا اور ان کے باپ دادا کا پیشہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم تھا ان کو سپہ گری سے کوئی تعلق نہ تھا ایمان و انصاف کی پختگی اور جوش جہاد نے ان کو ایک بہادر اور دلیر سپاہی بنا کر میدان جنگ میں کھڑا کر دیا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ

آٹھویں صدی ہجری کے لئے ایک ایسے ہی مرد کامل کی ضرورت تھی۔ جو زندگی کے تمام میدانوں کا مجاہد ہو۔ جس کی جدوجہد اور اصلاحات کسی ایک شعبہ میں محدود نہ ہوں یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ذات تھی جس نے عالم اسلام میں ایک ایسی علمی و عملی حرکت اور زندگی پیدا کر دی تھی جس کے اثرات صدیاں گزر جانے کے بعد بھی قائم ہیں۔

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۵)

بقیہ: محسن انسانیت

آنحضرت کی تعلیم کا وہ انقلاب تھا جس کی نگرانی کے لئے سی آئی ڈی نہیں تھی بلکہ لوگوں کا اپنا ضمیر ہی ان کا پاسبان اور نگران تھا۔ معلم اعظم کی تعلیم نے دنیا کو ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دیئے عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دیئے طارق و خالد محمد بن قاسم دیئے امام بخاری اور غزالی اور غزنوی اور ٹیپو دیئے اسلئے ہمیں دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے اس سرچشمہ ہدایت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ رسول کی ہستی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

مصطفیٰ برسان خویش راکہ دیں ہمہ اوست
گربا او نہ رسیدی تمام بولہبی است